

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

آیات ۲۱۱ تا ۲۱۶

﴿سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ يَلَكَمَ أَنبِيَهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَآءُ وَزُلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْآفَرِيقِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ

لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾

آیت ۲۱ ﴿سَلِّ بَنِي إِسْرَآءَ يَلْ كُمْ أَتَيْنَهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ﴾ ”پوچھ لو بنی اسرائیل سے ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں۔“

یعنی اے مسلمانو! دیکھو کہیں تم بھی ان ہی کے راستے پر نہ چلنا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا:

((الَّتَبِعَنَّا سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِرْبًا بَشِيرًا وَفِرَاعًا بَذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ سَلَكَوْا جُحْرَ حَبِّ لَسَلَكَتُمُوهُ)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ: ((فَمَنْ؟)) (۱)

”تم لازماً اپنے سے پہلوں کے طور طریقوں کی پیروی کرو گے؛ بالشت کے مقابلے میں بالشت اور ہاتھ کے مقابلے میں ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھے ہوں گے تو تم بھی کھس کر رہو گے۔“ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہود و نصاریٰ کی؟ آپ نے فرمایا: ”تو اور کس کی؟“

((وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦٧﴾)) ”اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت کو بعد اس کے کہ وہ اس کے پاس آگئی ہو تو (وہ جان لے کہ) اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے۔“

جو کوئی اللہ کی نعمت کو پانے کے بعد اس میں تبدیلی کرتا ہے یا اس میں تحریف کرتا ہے یا خود غلط روش اختیار کرتا ہے تو اس کو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس طرز عمل پر بہت سخت سزا دیتا ہے۔ بنی اسرائیل ہی کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ قرآن حکیم میں ان سے دو مرتبہ فرمایا گیا: ﴿يٰٓبَنِي إِسْرَآءِ يٰٓلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ فَنَسَلْتُمْ عَلٰى الْعُلَمٰٓئِ﴾ (البقرة: ۶۷) ”اے بنی اسرائیل! یاد کرو میرے اس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام اہل عالم پر۔“ لیکن پھر ان ہی کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَضَرَبْتَ عَلَيْهِمُ الدَّلٰلَةَ وَالْمَسْكَنَةَ وَبَنَآءٌ وَبِقَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (البقرة: ۶۸) ”اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔“ اور یہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ و صحیح مسلم

کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود و النصارى۔

مضمون بھی سورہ آل عمران میں دوبارہ آئے گا۔

آیت ۱۲ ﴿زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ”ان کافروں کے لیے دنیا کی زندگی بڑی مزين کر دی گئی ہے“

یہاں کی چمک دمک اور شان و شوکت ان کے لیے بڑی محبوب و دل پسند بنا دی گئی ہے۔ ویسے تو نئے ماڈل کی بسی بسی چمکیلی کاریں، اونچی اونچی عمارتیں اور وسیع و عریض کوٹھیاں کس کو اچھی نہیں لگتیں، لیکن کفار کے دلوں میں مال و اسباب دنیوی کی محبت اتنی گھر کر جاتی ہے کہ پھر کوئی اچھی بات ان کی زندگی میں نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی اچھی بات ان کے اوپر اثر کرتی ہے۔ اہل ایمان کو بھی اگر ایمان کے ساتھ یہ نعمتیں ملیں تو یہ مستحسن ہیں۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الاعراف: ۳۲) ”(اے نبی! ان سے) کہیے کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟“ اچھا کھانا، اچھا پینا، اچھا پہننا حرام نہیں ہے۔ اللہ نے اس کو لوگوں کے لیے ممنوع نہیں کیا۔ ایک مسلمان دین کے تقاضے ادا کر کے اللہ کا حق ادا کر کے اور حلال سے کما کر ان چیزوں کو حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ حدیث بھی ذہن میں لے آئیے: ﴿الْكَثٰفَا سَجُنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ﴾ (۱) ”دنیا مومن کے لیے ایک قید خانہ اور کافر کے لیے باغ ہے۔“

﴿وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اہل ایمان کا“ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ذرا ان پاگلوں کو ان بے وقوفوں کو ان fanatics کو دیکھو جنہیں اپنے نفع و نقصان کا کچھ ہوش نہیں ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ ”اور جن لوگوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی تھی قیامت کے دن وہ ان کے اوپر ہوں گے۔“

وہ ان کافروں کے مقابلے میں عالی مرتبت اور عالی مقام ہوں گے، بلکہ سورۃ المطففين میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل ایمان کفار کا مذاق اڑائیں گے۔

﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا بے حساب۔“

یہ جنت کی طرف اشارہ ہے۔ اب پھر ایک طویل آیت آرہی ہے جس میں ایک اہم مضمون بیان ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ سورۃ البقرۃ میں جا بجا علم و حکمت اور معرفت الہی کے بڑے حسین اور خوش نما پھول آئے ہیں جو اس پختی میں بن دیے گئے ہیں۔ دولڑیاں شریعت کی ہیں، یعنی عبادات اور معاملات، جبکہ دولڑیاں جہاد کی، یعنی جہاد بالمال (انفاق) اور جہاد بالنفس (قتال) اور ان کے درمیان یہ عظیم پھول آ جاتے ہیں۔ اس آیت کو میں نے ”آیت الاختلاف“ کا عنوان دیا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا رہا ہے اور یہ بہت اہم مضمون ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں وحدت ادیان کا جو فلسفہ کچھ لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے اس کا ایک حصہ صحیح ہے اور ایک حصہ غلط ہے۔ صحیح کون سا ہے اور غلط کون سا ہے وہ اس آیت سے معلوم ہوگا۔

آیت ۲۱۳ ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”تمام انسان ایک ہی اُمت تھے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں سب کے سب انسان ایک ہی اُمت تھے۔ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت آدمؑ نبی ہیں۔ چنانچہ اُمت تو ایک ہی تھی۔ جب تک ان میں گمراہی پیدا نہیں ہوئی، اختلافات پیدا نہیں ہوئے، شیطان نے کچھ لوگوں کو نہیں ورغلا یا، اُس وقت تک تو تمام انسان ایک ہی اُمت تھے۔ اب یہاں پر ایک لفظ محذوف ہے: ”تَمَّ اخْتَلَفُوا“ (پھر ان میں اختلافات ہوئے)۔ اختلاف کے نتیجے میں فساد پیدا ہوا اور کچھ لوگوں نے گمراہی کی روش اختیار کر لی۔ آدمؑ کا ایک بیٹا اگر ہابیل تھا تو دوسرا قابیل بھی تھا۔ ﴿فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ﴾ ”تو اللہ نے (اپنے) نبی بھیجے جو خوشخبری سناتے اور خبردار کرتے ہوئے آئے۔“

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا جو نیکو کاروں کو بشارت دیتے تھے اور غلط کاروں کو خبردار کرتے تھے۔

﴿وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ ”اور ان کے ساتھ (اپنی) کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ تاکہ وہ فیصلہ کر دے لوگوں کے مابین ان امور میں جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔“

﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ النَّبِيُّ بَعِثَ اللَّهُ فِيهِمُ﴾ ”اور کتاب میں اختلاف نہیں کیا مگر ان ہی لوگوں نے جنہیں یہودی گئی تھی اس

کے بعد کہ ان کے پاس روشن ہدایات آچکی تھیں، محض باہمی ضدم ضدا کے سبب سے۔
 ”بُعِیَا“ کا لفظ قبل ازیں آیت ۹۰ میں آچکا ہے۔ وہاں میں نے وضاحت کی تھی کہ دین میں اختلاف کا اصل سبب یہی ضدم ضدا والا رویہ ہوتا ہے۔ انسان میں غالب ہونے کی جو طلب اور اُمَنگ (The urge to dominate) موجود ہے وہ حق کو قبول کرنے میں مزاحم ہو جاتی ہے۔ دوسرے کی بات ماننا نفس انسانی پر بہت گراں گزرتا ہے۔ آدمی کہتا ہے میں اس کی بات کیوں مانوں؟ یہ میری کیوں نہ مانے؟ انسان کے اندر جہاں اچھے میلانات رکھے گئے ہیں وہاں بُری اُمَنگیں اور میلانات بھی رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ انسان کے باطن میں حق و باطل کی ایک کشاکش چلتی ہے۔ اسی طرح کی کشاکش خارج میں بھی چلتی ہے۔ تو فرمایا کہ جب انسانوں میں اختلافات رونما ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو بھیجا جو ہشتر اور مندر بن کر آئے۔

﴿فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ﴾ ”پس اللہ نے ہدایت بخشی ان لوگوں کو جو ایمان لائے اُس حق کے معاملے میں جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا، اپنے حکم سے۔“

﴿وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ”اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔“

سلسلہ انبیاء و رسل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ پر قرآن حکیم نازل فرما کر اپنی توفیق سے اس نزاع و اختلاف میں حق کی راہ اہل ایمان پر کھولی ہے۔ اور اللہ ہی ہے جو اپنی مشیت اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق جس کو چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے۔

اب بڑی سخت آیت آرہی ہے جو بڑی لرزادینے والی آیت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک بڑی تعداد مہاجرین کی تھی جو مکہ کی سختیاں جھیل کر آئے تھے۔ ان کے لیے تو اب جو بھی مراحل آئندہ آنے والے تھے وہ بھی کوئی ایسے مشکل نہیں تھے۔ لیکن جو حضرات مدینہ منورہ میں ایمان لائے تھے، یعنی انصار، اُن کے لیے تو یہ نئی نئی بات تھی۔ اس لیے کہ انہوں نے تو وہ سختیاں نہیں جھیلی تھیں جو مکہ میں مہاجرین نے جھیلی تھیں۔ تو اب روئے سخن خاص طور پر ان سے ہے اگرچہ خطاب عام ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسلوب عام طور پر ملتا ہے کہ الفاظ عام ہیں، لیکن روئے سخن کسی خاص طبقہ کی طرف ہے۔ تو درحقیقت یہاں انصار کو بتایا جا رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا پھولوں کی بیج نہیں ہے۔

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ﴾ ”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے“

﴿وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ”حالانکہ ابھی تک تمہارے اوپر وہ حالات و واقعات وارد نہیں ہوئے جو تم سے پہلوں پر ہوئے تھے۔“
﴿مَسْتَهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلُّوا﴾ ”پہنچی ان کو سختی بھوک کی اور تکلیف اور وہ ہلا مارے گئے“

﴿حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهَ﴾ ”یہاں تک کہ (وقت کا) رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکاراٹھے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟“
﴿إِنَّا نَصُرُ اللَّهَ قَرِيبٌ﴾ ”(اب انہیں یہ خوشخبری دی گئی کہ) آگاہ ہو جاؤ یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔“

یعنی اللہ تو اہل ایمان کو آزماتا ہے اسے کھولنے اور کھرے کو الگ کرنا ہے۔ یہ وہی بات ہے جو اس سے پہلے انیسویں رکوع کے بالکل آغاز میں آچکی ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالشَّمْرِ﴾ (آیت ۱۵۵) ”اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مال و جان اور شمرات کے نقصان سے۔“ یہ کوئی پھولوں بھرا راستہ نہیں ہے پھولوں کی بیج نہیں ہے حق کا راستہ کانٹوں بھرا راستہ ہے اس کے لیے ذہن تیار ہو جاؤ۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بے
شرط اول قدم این است کہ مجنوں باشی!

اور:

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا!

اس راستے میں اللہ کی مدد ضرور آتی ہے لیکن آزمائشوں اور قربانیوں کے بعد۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم السلام کو پھر سورۃ الصف میں فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی گئی جبکہ غزوہ احزاب واقع ہو چکا تھا اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی اہل ایمان علیہم السلام شدید ترین امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر چکے تھے۔ تب انہیں بایں الفاظ خوشخبری دی گئی: ﴿وَأُخْرَىٰ تَحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ

اللّٰهُ وَفَتْحَ قَرِيبٌ ﴿۱۳﴾ (آیت ۱۳) ”اور جو دوسری چیز تمہیں پسند ہے (وہ بھی تمہیں ملے گی)“ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور (اے نبی!) اہل ایمان کو بشارت دے دیجیے!“ اپنے اہل ایمان ساتھیوں کو بشارت دے دیجیے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ کی نصرت کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔

آیت ۲۱۵ ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ﴾ ”یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟“ یعنی اتفاق کے لیے جو کہا جا رہا ہے تو ہم کیا خرچ کریں؟ کتنا خرچ کریں؟ انسان بھلائی کے لیے جو بھی خرچ کرے تو اس میں سب سے پہلا حق کن کا ہے؟

﴿قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ﴾ ”کہہ دیجیے جو بھی تم خرچ کرو مال و اسباب میں سے“

﴿فَلِلّٰهِ الدِّينُ وَالْآفَرِيقَيْنِ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ ”تو والدین رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو)۔“

سب سے پہلا حق والدین کا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ ”اور جو خیر بھی تم کماؤ گے اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔“

تم جو بھی اچھا کام کرو گے تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم میں ہے۔ ضرورت نہیں ہے کہ دنیا اس سے واقف ہو، تمہیں اگر اللہ سے اجر لینا ہے تو وہ تو رات کے اندھیرے میں بھی دیکھ رہا ہے۔ اگر تمہارے دائیں ہاتھ نے دیا ہے اور بائیں کو پتا نہیں چلا تو اللہ کو تو پھر بھی پتا چل گیا ہے۔ تو تم خاطر جمع رکھو تمہاری ہر نیکی اللہ کے علم میں ہے اور وہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اب اگلی آیت میں قتال کے مضمون کا تسلسل ہے۔ میں نے سورۃ البقرۃ کے نصف آخر کے مضامین کو چار مختلف رنگوں کی لڑیوں سے تشبیہ دی تھی جن کو باہم بٹ لیا جائے تو چاروں رنگ کٹے پھٹے نظر آتے ہیں اور اگر انہیں کھول دیا جائے تو ہر رنگ مسلسل نظر آتا ہے۔

آیت ۲۱۶ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ﴾ ”(مسلمانو!) اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں گراں گزر رہی ہے۔“

واضح رہے کہ سورۃ البقرۃ سے پہلے سورۃ محمد ﷺ نازل ہو چکی تھی اور اس میں قتال کی

فرضیت آچکی تھی۔ (اُس کا ایک نام سورۃ القتال بھی ہے) لہذا اس حوالے سے کچھ لوگ پریشان ہو رہے تھے۔ خاص طور پر منافقین یہ کہتے تھے کہ بھائی صلح جوئی سے کام لو بس دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف لاؤ یہ جنگ و جدال اور لڑائی بھڑائی تو کوئی اچھا کام نہیں ہے اس میں تو بہت خرابی ہے۔ ان کے علاوہ ایسے مسلمان جن کا ایمان قدرے کمزور تھا اگرچہ وہ منافق تو نہیں تھے لیکن ان کا ایمان ابھی پختہ نہیں تھا ابھی تازہ تازہ ایمان لائے تھے اور تربیت کے مراحل سے ابھی نہیں گزرے تھے ان میں سے بھی بعض لوگوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو رہا تھا۔ یہاں قتال کی فرضیت کے لیے ”کُتِبَ“ کا لفظ آیا ہے۔ اس سے پہلے یہ لفظ روزے، قصاص اور وصیت کے ضمن میں آچکا ہے۔ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِيَامُ..... كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ..... كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ.....﴾ فرمایا کہ تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں بری لگ رہی ہے۔

﴿وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ”اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔“

﴿وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ ”اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور آنحالیکہ وہی تمہارے لیے بری ہو۔“

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔“

تم اپنی عقل پر ایمان نہ رکھو اللہ کی وحی پر ایمان رکھو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھو۔ جس وقت کے لیے جو حکم موزوں تھا وہی تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیا گیا۔ چودہ برس تک تمہیں قتال سے منع کیا گیا۔ اُس وقت تمہارے لیے حکم تھا: ”كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ“ (اپنے ہاتھ روکے رکھو!) اب تم پر قتال فرض کیا جا رہا ہے لہذا اب اس حکم پر تسلیم خم کرنا تمہارے لیے لازم ہے۔

آیات ۲۱ تا ۲۲

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَآخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ

عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى
يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ
هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢١﴾ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۚ وَيَسْتَلُونَكَ مَاذَا
يُنْفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ
تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٢﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَيَسْتَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ
إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ ۚ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْتَبَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَلَا
تَنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوْا ۚ وَلَا مَؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا
أَعْبَجَتْكُمْ ۚ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَا تَعْبَجُكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ
يَدْعُوْا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

آیت - ۲۱ ﴿يَسْتَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ ”(اے نبی!) یہ آپ

سے پوچھتے ہیں حرمت والے مہینے میں جنگ کے بارے میں۔“

قتال کا حکم آنے کے بعد اب وہ پوچھتے تھے کہ یہ جو حرمت والے مہینے ہیں ان میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ اس لیے کہ سیرت میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو چند افراد کے دستے کا کمانڈر بنا کر ہدایت فرمائی تھی کہ مکہ اور طائف کے درمیان جا کر وادی نخلہ میں قیام کریں اور قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ وادی

نخلہ میں قیام کے دوران وہاں قریش کے ایک مختصر سے قافلے کے ساتھ مد بھیڑ ہو گئی اور مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک عمرو بن عبد اللہ الحضرمی مارا گیا۔ اُس روز رجب کی آخری تاریخ تھی اور رجب کا مہینہ اشہر حرم میں سے ہے۔ یہ ہجرت کے بعد پہا خون تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا۔ اس پر مشرکین نے بہت واویلا کیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے بنے پھرتے ہیں اللہ والے رسول والے دین والے آخرت والے اور انہوں نے حرمت والے مہینے کو بے لگا دیا اس میں جنگ کی۔ تو یہ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے ان مؤمن بندوں کی طرف سے گویا خود صفائی پیش کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کا کیا حکم ہے؟

﴿قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كِبْرٌ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بہت بڑی (گناہ کی)

بات ہے۔“

﴿وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”لیکن اللہ کے راستے سے روکنا اس کا کفر کرنا مسجد حرام سے روکنا

اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے کہیں بڑا گناہ ہے۔“
یہ وہ سنگین جرائم ہیں جن کا ارتکاب مشرکین مکہ کی جانب سے ہو رہا تھا۔ یہاں فرمایا گیا کہ یہ سب کام اشہر حرم میں جنگ کرنے سے بھی بڑے جرائم ہیں۔ لہذا ان کے سد باب کے لیے اگر اشہر حرم میں جنگ کرنی پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ”اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔“

قبل ازیں آیت ۱۹۱ میں الفاظ آچکے ہیں: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ فتنہ ہر وہ کیفیت ہے جس میں صاحب ایمان کے لیے ایمان پر قائم رہنا اور اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو جائے۔ آج کا پورا معاشرہ فتنہ ہے۔ اسلام پر عمل کرنا مشکل ہے بد معاشی اور حرام خوری کے راستے کھلے ہوئے ہیں اکل حلال اس قدر مشکل بنا دیا گیا ہے کہ دانتوں پینہ آئے تو شاید نصیب ہو۔ نکاح اور شادی کے جائز راستوں پر بڑی بڑی شرطیں اور قدغنیں عائد ہیں جبکہ ناجائز مراسم اور زنا کے راستے کھلے ہیں۔ جس معاشرے کے اندر باطل کا غلبہ ہو جائے اور حق پر چلنا ممکن نہ رہے وہ بڑے فتنے میں مبتلا ہے۔ باطل کا غلبہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔ لہذا فرمایا کہ فتنہ قتل کے مقابلے میں بہت بڑی شے ہے۔

﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا﴾ ” اور یہ لوگ تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹا دیں تمہیں اپنے دین سے اگر وہ ایسا کر سکتے ہوں۔“

وہ تو اس پر تلے ہوئے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ یہاں مشرکین مکہ کی طرف اشارہ ہو رہا ہے، کیونکہ اب یہ غزوہ بدر کی تمہید چل رہی ہے۔ اس کے بعد غزوہ بدر ہونے والا ہے اس کے لیے اہل ایمان کو ذہنی طور پر تیار کیا جا رہا ہے اور انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ مشرکین کی جنگ کا مقصد تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کرنا ہے، وہ تو اپنی بھرپور کوشش کرتے رہیں گے کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے لوٹا کر واپس لے جائیں۔

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾ ” اور (من لو) جو کوئی بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا“

﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾ ” اور اُسی حالت میں اس کی موت آگئی کہ وہ کافر ہی تھا“

﴿فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ” تو یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جائیں گے۔“

پہلے خواہ کتنی ہی نیکیاں کی ہوئی تھیں، کتنی ہی نمازیں پڑھی ہوئی تھیں، کتنا ہی انفاق کیا ہوا تھا، صدقات دیے تھے، جو کچھ بھی کیا تھا سب کا سب صفر ہو جائے گا۔

﴿وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ” اور وہ ہوں گے جہنم والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔“

سُورَةُ الْاٰنِ ۲۱۸ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ﴾ ” (اس کے برعکس) جو لوگ ایمان لائے اور جہنم میں ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔“

یہاں اُن لوگوں پر بڑا لطیف طنز ہے جو خود تو حرام کے راستے پر جا رہے ہیں، لیکن یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان پر رحم فرمائے گا۔ اللہ ایسی روش اختیار کرنے والوں پر رحمت نہیں فرماتا، اللہ کی رحمت کا مستحق بننا پڑتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت کا مستحق وہی ہے جو ایمان

ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ایسے لوگ بجا طور پر اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔“

وہ ان کی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے انہیں نوازنے والا ہے۔

آیت ۲۱۹ ﴿يَسْتَلُوْكَ عَنِ الْخُمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ”(اے نبی!) یہ آپ سے شراب

اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ ان کا کیا حکم ہے؟)۔“

ان احکام سے شریعت کا ابتدائی خاکہ (blue print) تیار ہونا شروع ہو گیا ہے، کچھ احکام پہلے آچکے ہیں اور کچھ اب آرہے ہیں۔ شراب اور جوئے کے بارے میں یہاں ابتدائی حکم بیان ہوا ہے اور اس پر محض اظہارِ ناراضگی فرمایا گیا ہے۔

﴿قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ”(اے نبی! ان سے) کہہ دیجیے کہ ان دونوں کے اندر بہت بڑے گناہ کے پہلو ہیں۔“

﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ”اور لوگوں کے لیے کچھ منفعیتیں بھی ہیں۔“

﴿وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ”البتہ ان کا گناہ کا پہلو نفع کے پہلو سے

بڑا ہے۔“

یعنی اشارہ کر دیا گیا کہ ان کو چھوڑ دو۔ اب معاملہ تمہاری عقل سلیم کے حوالے ہے، حقیقت تم پر کھول دی گئی ہے۔ یہ ابتدائی حکم ہے، لیکن حکم کے پیرائے میں نہیں۔ بس واضح کر دیا گیا کہ ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے، اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ بقول غالب:-

مے سے غرض نشاط ہے کس زوسیاہ کو؟

اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے!

اور:

میں میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا

ورنہ سفر حیات کا بے حد طویل تھا!

یہ حکمت سمجھ لیجیے کہ شراب اور جوئے میں کیا چیز مشترک ہے کہ یہاں دونوں کو جمع کیا گیا؟ شراب کے نشے میں بھی انسان اپنے آپ کو حقائق سے منقطع کرتا ہے اور محنت سے جی

چھاتا ہے۔ وہ زندگی کے تلخ حقائق کا مواجہہ کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ع

”اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے!“

اور جوئے کی بنیاد بھی محنت کی نفی پر ہے۔ ایک رویہ تو یہ ہے کہ محنت سے ایک آدمی کمزور رہتا ہے، مشقت کر رہا ہے، کوئی کھوکھا، چھابڑی یا ریڑھی لگا کر کچھ کمائی کر رہا ہے، جبکہ ایک ہے چانس اور داؤ کی بنیاد پر پیسے کمانا۔ یہ محنت کی نفی ہے۔ چنانچہ شراب اور جوئے کے اندر اصل میں علت ایک ہی ہے۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ﴾ ”اور یہ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ

میں) کتنا خرچ کریں؟“

آیت ۱۹۵ میں انفاق کا حکم بایں الفاظ آچکا ہے: ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ”اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ جھونکو۔“ تو سوال کیا گیا کہ ”کتنا خرچ کریں؟“ ہمیں کچھ مقدار بھی بتادی جائے۔ فرمایا:

﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ ”کہہ دیجیے: جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ تم اپنی ضرورتوں کو پیچھے ڈال دو، بلکہ تم پہلے اپنی ضرورتیں پوری کرو، پھر جو تمہارے پاس بچ جائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ کیونکہ اس کے فلسفہ میں ایک اصطلاح ”قدر زائد“ (surplus value) استعمال ہوتی ہے۔ یہ ہے ”الْعَفْوُ“۔ جو بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہے یہ surplus value ہے، اسے اللہ کی راہ میں دے دو۔ اس کو بچا کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں کہ اللہ نے آج تو دے دیا ہے، کل نہیں دے گا۔ لیکن یہ کہ انسان کی ضرورتیں کیا ہیں، کتنی ہیں، اس کا اللہ نے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا۔ اس کا تعلق باطنی روح سے ہے۔ ایک مسلمان کے اندر اللہ کی محبت اور آخرت پر ایمان جوں جوں بڑھتا جائے گا، اتنا ہی وہ اپنی ضرورتیں کم کرے گا، اپنے معیار زندگی کو پست کرے گا اور زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں دے گا۔ اصول یہ ہے کہ ہر شخص یہ دیکھے کہ جو میری ضرورت سے زائد ہے اسے میں بچا کر نہ رکھوں، بلکہ اللہ کی راہ میں دے دوں۔ انفاق فی سبیل اللہ پر اس سورہ مبارکہ میں پورے دو رکوع آگے آنے والے ہیں۔

﴿كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾ ”اسی طرح اللہ تعالیٰ

اپنی آیات تمہارے لیے واضح کر رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔“

آیت ۲۲ ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ”دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں۔“

تمہارا یہ غور و فکر دنیا کے بارے میں بھی ہونا چاہیے اور آخرت کے بارے میں بھی۔ دنیا میں بھی اسلام رہبانیت نہیں سکھاتا۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ نہ کھاؤ نہ پیو، چلے کشتی کرو، جنگلوں میں نکل جاؤ! انہیں اسلام تو تمدن زندگی کی تعلیم دیتا ہے، گھر گھر ہستی اور شادی بیاہ کی ترغیب دیتا ہے، بیوی بچوں کے حقوق بتاتا ہے اور ان کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہیں آخرت کی بھی فکر کرنی چاہیے اور دنیا و آخرت کے معاملات میں ایک نسبت و تناسب (ratio proportion) قائم رہنا چاہیے۔ دنیا کی کتنی قدر و قیمت ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی کتنی قدر و قیمت ہے، اس کا صحیح طور پر اندازہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ اندازہ غلط ہو گیا اور کوئی غلط تناسب قائم کر لیا گیا تو ہر چیز ٹپٹ ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک دوا کے نسخے میں کوئی چیز کم تھی، کوئی زیادہ تھی۔ اگر آپ نے جو چیز کم تھی اسے زیادہ کر دیا اور جو زیادہ تھی اسے کم کر دیا تو اب ہو سکتا ہے یہ نسخہ شفا نہ رہے، نسخہ ہلاکت بن جائے۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى﴾ ”اور یہ آپ سے پوچھ رہے ہیں یتیموں کے بارے میں۔“

﴿قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ﴾ ”(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ (جس طرزِ

عمل میں) ان کی بھلائی اور مصلحت (ہو وہی اختیار کرنا) بہتر ہے۔“

ان کی مصلحت کو پیش نظر رکھنا بہتر ہے، نیکی ہے، بھلائی ہے۔ اصل میں لوگوں کے سامنے سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت تھی: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (آیت ۳۴) ”اور مالِ یتیم کے قریب تک نہ چلو، مگر ایسے طریقے پر جو (یتیم کے حق میں) بہتر ہو۔“ چنانچہ وہ مالِ یتیم کے بارے میں انتہائی احتیاط کر رہے تھے اور انہوں نے یتامی کی ہنڈیاں بھی علیحدہ کر دی تھیں کہ مبادا ان کے حصے کی کوئی بوٹی ہمارے پیٹ میں چلی جائے۔ لیکن اس طرح یتامی کی دیکھ بھال کرنے والے لوگ تکلیف اور حرج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کسی کے گھر میں یتیم پرورش پارہا ہے تو اس کا خرچ الگ طور پر اس کے مال میں سے نکالا جا رہا ہے اور اس کے لیے الگ ہنڈیا پکائی جا رہی ہے۔ فرمایا کہ اُس حکم سے یہ مقصد نہیں تھا، مقصد یہ تھا کہ تم کہیں ان کے مال ہڑپ نہ کر جاؤ، ان کے لیے اصلاح اور بھلائی کا معاملہ کرنا بہتر طرزِ عمل ہے۔

﴿وَإِنْ تَحَالَطُوا بِهِمْ فَأَخَوَانُكُمْ﴾ ”اور اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملائے رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔“

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے مفسد کو بھی اور مصلح کو بھی۔“

وہ جانتا ہے کہ کون بد نیتی سے یتیم کا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور کون یتیم کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ یہ ہنڈیا علیحدہ کر کے بھی گڑ بڑ کر سکتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو ہنڈیا مشترک کر کے بھی حق پر رہ سکتا ہے۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْتَبْتُمْ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں سختی ہی میں ڈالے رکھتا۔“

لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں مشقت اور سختی سے بچایا اور تم پر آسانی فرمائی۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

وہ انتہائی مشقت پر مبنی سختی سے سخت حکم بھی دے سکتا ہے اس لیے کہ وہ زبردست ہے لیکن وہ انسانوں کو مشقت میں نہیں ڈالتا بلکہ اس کے ہر حکم کے اندر حکمت ہوتی ہے۔ اور جہاں حکمت نرمی کی تقاضی ہوتی ہے وہاں وہ رعایت دیتا ہے۔

آیت ۲۲ ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ ”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔“

﴿وَلَا مَآةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ ”اور ایک مؤمنہ لونڈی

بہتر ہے ایک آزاد مشرک عورت سے اگرچہ وہ تمہیں اچھی بھی لگتی ہو۔“

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ ”اور اپنی عورتیں مشرکوں کے

نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔“

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ ”اور ایک مؤمن غلام بہتر

ہے ایک آزاد مشرک مرد سے اگرچہ وہ تمہیں پسند بھی ہو۔“

خواہ وہ صاحب حیثیت اور مال دار ہو لیکن دولت ایمان سے محروم ہو تو تمہارے لیے

جائز نہیں ہے کہ اپنی بہن یا بیٹی اس کے نکاح میں دے دو۔

﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ ”یہ لوگ آگ کی طرف بلا رہے ہیں۔“
اگر ان سے رشتے ناتے جوڑو گے تو وہ تمہیں بھی جہنم میں لے جائیں گے اور تمہاری
اولاد کو بھی۔

﴿وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ﴾ ”اور اللہ تمہیں بلا رہا ہے جنت
کی طرف اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے۔“
﴿وَيُبَيِّنُ إِلَيْهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ”اور وہ اپنی آیات واضح کر رہا
ہے لوگوں کے لیے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

قرآن فہمی کے طالبان کے لیے عظیم خوشخبری

شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے سابق چیئرمین اور قرآن اکیڈمی کے استاذ الاساتذہ

پروفیسر حافظ احمد یار مرحوم و مغفور
کی صرفی و نحوی تشریح پر مبنی

مکمل ترجمہ قرآن مجید

تقریباً 300 گھنٹے کے کلاس روم لیکچرز
اب صرف ایک DVD میں دستیاب ہیں

ہدیہ: 70 روپے + ڈاک خرچ 30 روپے
(بذریعہ ڈاک منگوانے کے خواہش مند حضرات 100 روپے کا منی آرڈر ارسال کریں!)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36- کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

email : maktaba@tanzeem.org website : www.tanzeem.org